

۲۰۔ اتحادِ عالمِ اسلام:

بر صغیر کے مسلمان "اتحادِ بینِ اسلامیین" کے زبردست حامی تھے۔ انہوں نے اسلامی دنیا کے مسائل کو ہمیشہ اپنے مسائل اور ان کے فغم کو اپنا غم سمجھا۔ طرابلس اور بیت المقدس میں مسلمانان ہند نے سامراجی قوتوں کے خلاف شدید روگیں کا انہما کیا۔ جب انگریزوں نے ترکی میں خلافت کو ختم کرنے کی کوشش کی تو ہندوستان کے مسلمانوں نے تحریک خلافت شروع کر کے اسلامی اخوت کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ بر صغیر کے مسلمانوں کا نظریہ تھا کہ اگر وہ علیحدہ طبع حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پاکستان نہ صرف دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت ہو گی بلکہ وہ عالم اسلام کے اتحاد کا مرکز ٹھابت ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان نے ایک مسلم نظریہ کے تحت جنم لیا اگر یہ نظریہ نہ ہوتا تو یہ عظیم اسلامی مملکت وجود میں نہ آتی۔

حاصل کلام:

قیام پاکستان کا اہم مقصد اسلام کی ترویج و اشاعت تھی۔ کیونکہ نظریہ پاکستان کی اصل بنیاد اسلامی نظریہ حیات پر رکھی گئی ہے۔ بر صغیر کے مسلمان نہ صرف انگریزوں سے آزادی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ اپنی معاشری، معاشرتی اور سیاسی ترقی بھی چاہتے تھے۔ اس لیے انہوں نے پاکستان کا مطالبہ کیا تاکہ وہ ایک آزاد ملک میں ایک الگ قوم کی حیثیت سے اسلام کے اصولوں کو اپنا سکھیں اور ان پر کسی قسم کا کوئی مذہبی، سیاسی، سماجی یا معاشرتی دباو نہ ہو۔

اے قائد! ہم شرمende ہیں اپنا نہ سکے اعزاز تیرا
وہ قوم ہوتی ہے بال و پر بنا تھا جسے شہباز تیرا
تجدید وفا ہم کرتے ہیں اور آج یہ وعدہ کرنے ہیں
اے قائد! ہم اپنا سکھ کے ہر قول تیرا، اعزاز تیرا

س. 2۔ قائدِ اعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجیے۔

جواب: نظریہ یا آئینہ یا لوگی (Ideology) وہ تصور، مقصد یا نصب الحین ہے جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے۔

نظریہ کی تعریف:

نظریہ کی چند تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

"نظریہ سے مراد اپالائجہ عمل ہے جس کے زیر اثر اقوام سے لے کر افراد تک اپنی زندگیاں بسر کرنے ہیں"

"نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے ایسے لائجہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترکہ نصب الحین بن جائے"

و لذ انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ”نظریہ ان سیاسی اور تدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔“

نظریہ پاکستان کا مفہوم:

بر صغیر کے تاریخی پس منظر میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو بر صغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لئے قائم کیا تھا۔ یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا جس کی بناء پر وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام ہی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

نظریہ پاکستان مختلف مفکرین کی آراء کی روشنی میں:

مختلف مفکرین مختلف نظریہ پاکستان کی تعریف و توضیح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

(1) سید علی عباس:

نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔ درحقیقت نظریہ پاکستان اسلامی تعلیمات کی ممکنی صورت کا نام ہے۔

(2) ڈاکٹر اسلام سید:

نظریہ پاکستان انفرادی اور جماعتی زندگی کو اسلام کے مطابق ذکار لئے کا نام ہے اور ان نظریات سے پہنچ کا سبب جو اسلام کے معنی ہیں۔

(3) علامہ علاء الدین صدیقی:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سرزی میں کے اندر دین اسلام رائج ہو، افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی، حکومتوں پر بھی اور تمام قوتوں سے قدری ترقیت یہاں اسلام ہو۔

نظریہ پاکستان قائد اعظم کے ارشادات کی روشنی میں:

قائد اعظم وہ لیڈر تھے جو شروع شروع میں ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حاوی تھے۔ جس کا سب سے بڑا انہوں 1916ء میں کا گریلس اور مسلم لیگ کے درمیان ملے پانے والا بیان لکھنؤ تھا۔ جس کی وجہ سے قائد اعظم کو ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا گیا۔ گریلس کی بھٹ دھری اور ہندوؤں کے تحسب رویے کی وجہ سے نہ صرف قائد اعظم نے 1920ء میں کا گریلس سے میحمدگی اقتیار کر لی۔ بلکہ آپ نے غالباً مسلمانوں کے مذاقات کے لیے کام شروع کر دیا۔ قائد اعظم کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

- ۱۔ ملیحہ مملکت کا تصور
- ۲۔ قرآن پاک کی جامعیت
- ۳۔ اسلام کے علاوہ کسی ازم کی ضرورت نہیں
- ۴۔ تضبات کے خاتمے کی تلقین
- ۵۔ ہدایات فرمیدہ کا تصور
- ۶۔ پاکستان ایک اسلامی نظام کی عملی تجربہ کا
- ۷۔ مغرب کے معاشری نظام پر تختیہ
- ۸۔ پارلیمانی جمہوریت کی مقالات
- ۹۔ قومی اتحاد
- ۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی حاکیت
- ۱۱۔ فلاجی ریاست کے قیام کی خواہش
- ۱۲۔ اقلیتوں کا تختیہ
- ۱۳۔ قومی اتحاد

- | | |
|-----|--|
| ۱۵۔ | چد اگانہ تاریخ |
| ۱۶۔ | بر صیر میں مشترکہ دستور کی مخالفت |
| ۱۷۔ | اسوہ حسنہ کی ہیدوی کی تلقین |
| ۱۸۔ | پاکستان اور اسلام لازم و ملزم |
| ۱۹۔ | پاکستان کے دستور کی اسلامی بیویت کی وضاحت |
| ۲۰۔ | اسلام اور ہندو دھرم دونوں مختلف معاشرتی نظام |
| ۲۱۔ | بختہ عزم |
| ۲۲۔ | علیحدہ مملکت کا تصور: |

قائد اعظم نہ صرف مسلمانوں کو علیحدہ قوم تصور کرتے تھے بلکہ ان کے سیاسی مسائل کے حل کے لئے علیحدہ مملکت کے تصور کو ناگزیر سمجھتے تھے۔ مارچ 1944ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے علیحدہ مملکت کے تصور کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ:

”در اصل پاکستان تو اسی دن وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔
ہندوستان میں جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو پہلی قوم کافر نہیں رہا وہ ایک چد اگانہ قوم کافر ہو گیا اور
ہندوستان میں ایک نئی قوم (مسلمان) وجود میں آگئی۔“

۲۔ قرآن پاک کی جامعیت:

مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس کراچی میں 1943ء میں منعقد ہوا۔ قائد اعظم نے اس موقع پر پاکستان اور اسلام کے باہمی رشتے کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

”وہ کون سارہستہ ہے جس سے مسلک ہونے سے تمام مسلمان جسم واحد کی مانند ہیں؟ وہ کون ہی
چنان ہے جس پر اس ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا نکر ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ
کر دی گئی؟ وہ رشتہ، وہ چنان اور وہ نکر خدا کی کتاب، قرآن مجید ہے۔“

۳۔ اسلام کے علاوہ کسی ازم کی ضرورت نہیں:

قائد اعظم اسلام کو نہ صرف مکمل ضابطہ حیات تصور کرتے تھے بلکہ آپ کے خیال میں اسلام ہر میدان میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ مارچ 1944ء میں طلباء کے ایک وفد سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

”ہمارا رہنمایا اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔ ہمیں کسی سرخ یا پیلے پر جنم کی
ضرورت نہیں اور نہ ہی ہمیں سو شلزم کی یونیورسٹی یا کسی اور ازم کی ضرورت ہے۔“

۴۔ تھبیت کے خاتمے کی تلقین:

آپ کے خیال میں قوی بھگتی اور اتحاد کے لئے سب سے بڑا خطہ رنگ، نسل، زبان اور علاقہ کی ہنا پر پائی جانے والی تفریق ہے۔
قائد اعظم نے قیام پاکستان کے بعد 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں خطاب کرتے ہوئے ہر قوم کے تھبیت کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:
”میں چاہتا ہوں کہ ہم بنگالی، بلوچی، سندھی، پنجابی اور بنگالی بن کے بات نہ کریں یہ کہنے میں
”

آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم بخوبی، سندھی یا پنجابی ہیں۔ ہم تو بن مسلمان ہیں۔“

۵۔ تقسیم ہند کی ضرورت:

قائد اعظم مطالبہ پاکستان اور تقسیم ہند کی اہم وجہ اسلام کو گردانتے تھے۔ قائد اعظم نے 8 مارچ 1944ء میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”پاکستان کے مطالبے کا محرك کیا تھا؟ اور مسلمانوں کے لیے ایک جدا گانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟
تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی بھگ نظری ہے نہ انگریزوں کی
چال، یا اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے۔“

۶۔ جدا گانہ قومیت کا تصور:

قائد اعظم مسلمانوں کو ہر لحاظ سے ملیحہ قوم تصور کرتے تھے اور ملیحہ قوم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے ہر قدم اٹھانے کے حق میں تھے۔ لاہور میں مارچ 1940ء کو تاریخی اجلاس میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

”قومیت کی جو بھی تعریف کی جائے مسلمان اس تعریف کی رو سے ایک الگ قوم ہیں۔ لہذا وہ اس بات کا حق رکھتے ہیں کہ ان کی اپنی الگ مملکت ہو جہاں وہ اپنے مقام کے مطابق معاشری، معاشرتی اور سیاسی زندگی برکریکیں۔ ہندو اور مسلم ہر چیز میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ہم اپنے مذہب، اپنی تہذیب و ثقافت، اپنی تاریخ، اپنی زبان، اپنے ملزمان، اپنے موسیقی، اپنے اصول و قوانین، اپنے معاشرت اور اپنے لباس فرض کہ ہر اقوام سے مختلف ہیں۔“

۷۔ پاکستان اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ:

قائد اعظم پاکستان کو اسلامی نظام کی عملی تجربہ گاہ بنانا چاہتے تھے۔ قائد اعظم نے 13 جولائی 1948ء کو اسلامیہ کالج پشاور کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا کھدا حاصل کرنے کیلئے نہیں کیا تھا بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزمائیں۔“

۸۔ مسلم تہذیب و تمدن کی حماقت:

مسلم تہذیب و ثقافت کی حماقت کے سلسلے میں اکتوبر 1947ء کو قائد اعظم نے فوجی افسران سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارا نصب اعین یہ تھا کہ ہم ایک مملکت کی تحقیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پہنچنے کا موقع مل سکے۔“

۹۔ مغرب کے معاشری نظام پر تنقید:

قائد اعظم مغرب کے معاشری نظام خصوصی سودی کاروبار کے مکمل طور پر خلاف تھے۔ آپ پاکستان میں اسلامی معاشری نظام لانا چاہتے تھے۔ کیم جولائی 1948ء کو شیٹ بک آف پاکستان کے انقلاب کے موقع پر آپ نے فرمایا:

”مغرب کا معاشری نظام انسانیت کے لیے ناقابل حل مسائل پیدا کر رہا ہے اور یہ لوگوں کے درمیان انصاف کرنے میں ناکام رہا ہے۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایسا معاشری نظام پیش کرنا ہے جو اسلام کے صحیح تصور مساوات اور سماجی انصاف کے اصولوں پر ٹھیک ہو۔“

بـ بـ بـ بـ بـ بـ
بـ بـ بـ بـ بـ بـ
فرمک دل کی خرابی، خرد کی معوری

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی حاکیت:

پاکستان میں اللہ تعالیٰ کی حاکیت قائم کرنا قائد اعظم کا خواب تھا۔ قائد اعظم کا خیال تھا کہ اصل حکمرانی کا حق در اصل اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ جبکہ موام کے ناسکدے یعنی حکمران تو اللہ تعالیٰ کے جا شین ہوتے ہیں۔ آپ نے اس سلسلے میں فرمایا:

”حاکیت اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے پاکستان میں موام اسے قرآن و حدت کے مطابق استعمال کریں گے۔“

بـ بـ بـ بـ بـ بـ
سروری زیبا فقط اس ذات بے ہتائ کو ہے
حکمران ہے اک وہی باقی بتان آذری

۱۱۔ پارلیمانی جمہوری طرز حکومت کی مخالفت:

قائد اعظم محمد علی جناح مغربی طرز کی پارلیمانی جمہوریت کو بر صیر کے لیے مناسب خیال نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کے خیال کے مطابق ہندوستان کئی قوموں اور خاص کر دو قوموں (مسلمان اور ہندو) کا ملک ہے۔ ہر قوم، چاہے وہ تعداد میں کم ہو، اپنے حقوق مانگتی ہے۔ مغربی طرز جمہوریت صرف ایسے ملک میں کامیاب ہو سکتی ہے۔ جہاں صرف ایک قوم یعنی ہوا اور وہ لسانی، جغرافیائی، ثقافتی اور مذہبی اعتبار سے کیساں خصوصیات رکھتی ہو۔ ہندوستان کی مختلف قوموں میں پوچھان کرنی ہو تو مہرب کے ملاوہ اور کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ مارچ 1940ء کوئی گڑھ میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”جمہوری پارلیمانی طرز کی حکومت ہندوستان کے لیے موزوں نہیں ہے۔“

۱۲۔ فلاجی ریاست کے قیام کی خواہش:

پاکستان کو قائد اعظم ایک اعلیٰ معیار کی فلاجی مملکت کی شکل دینا چاہتے تھے۔ وہ جب بھی مسلم عوام کی غربت اور بدحالی دیکھتے، بخت پریشان ہوتے۔ 18 نومبر 1942ء کو لاہل پور (فیصل آباد) میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”محبے دیہاتیوں کی خرمی اور بدحالی دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ مختلف ریلوے شیشنوں پر میں نے دیہی مسلمانوں کے گروپ دیکھے تو ان کے افلas سے مجھے بہت دکھ پہنچا۔ قیام پاکستان کے بعد

حکومت پاکستان کا اولین قدم یہ ہو گا کہ لوگوں کے معیار زندگی کو بلند کرے اور بہتر سے بہتر زندگی کے حالات پہنچا کرے۔“

۱۳۔ قوی استحکام:

قائد اعظم نے اپنے فرمودات میں بار بار مضبوط اور تو اپنا پاکستان کی تکمیل کا ذکر کیا۔ انہوں نے قوی یک جہتی اور استحکام کے حوالے سے قوم کو رہنمائی بخشی۔ وہ پاکستان کی مضبوط بنیادوں پر پا یقین رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

”جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ پاکستان کو ختم کر دیں گے، وہ بھولے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت پاکستان کا شیرازہ بکھیرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ پاکستان کی جڑیں بڑی مضبوط اور گہری ہیں۔“

— میرا دُشْنِ مجھے کمزور سمجھنے والا
کبھی دیکھے مجھے تاریخ کے آئینے میں
میں ہر دور میں اک باب بنا لکھا ہے
بیجی قلم و ستم میری روایت ہی نہیں

۱۴۔ اقلیتوں کا تحفظ:

قائد اعظم نے پاکستان میں مسلم اکثریت کے لئے ہی نہیں بلکہ اقلیتوں کے لئے بھی خونگوار مستقبل کا یقین دلایا۔ آپ نے ہمیں میں

27 مارچ 1947ء کو فرمایا:

”ہم ہندوؤں کو مکمل یقین دلاتے ہیں کہ پاکستان میں اقلیتوں کے ساتھ منصفانہ اور برادرانہ سلوک کیا جائے گا۔ اسلام نے ہمیں سہی درس دیا ہے اور ہماری تاریخ اس امر کی گواہ ہے۔“

۱۵۔ جدا گانہ تاریخ:

قائد اعظم محمد علی جناح نے ہندوؤں اور مسلمانوں کی جدا گانہ تاریخ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”ہندو اور مسلمان تاریخ کے مختلف شعبوں اور ذرائع سے تعلق رکھتے ہیں دنوں کی رسمیہ کہانیاں اور تاریخ مختلف ہے دنوں کے ہیر و مختلف ہیں۔ ایک قوم کا ہیر و دوسرا قوم کا دشمن اور ایک قوم کا دشمن دوسرا قوم کا ہیر و ہوتا ہے۔ دنوں میں سے ایک کی لکھت دوسرا کی لیخ اور ایک کی لیخ دوسرا کی لکھت ہوتی ہے۔ ایک دو قوموں کو کسی ایک سلطنت میں اکٹھے کر دینے کا نتیجہ لا محالہ بے سکونی، معاشی اور معاشرتی اہمی اور جانی کے سوا کچھ نہیں کل سکتا۔“

۱۶۔ بر صیری میں مشترکہ دستور کی مخالفت:

قائد اعظم بر صیری میں مشترکہ دستور کے زبردست مخالف تھے آپ نے اگر یہ دنوں اور ہندوؤں کو واضح الفاظ میں بتا دیا کہ ہندوستان میں کوئی نیا دستور نافذ کرنے سے قبل ہندو مسلم تصفیہ ایک ناگزیر قدم ہے مشترکہ قویت کی بنیاد پر جو دستور بھی وضع کیا جائے گا وہ قابل عمل نہیں ہو گا آپ

نے مشترکہ دستور کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا:

”جب تک مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ صفات نہیں دی جائے گی۔ جس کی بنا پر وہ حکومت ہند کے آئندہ دستور کے تحت مکمل سلامتی اور خود مختاری محسوس کرنے لگیں تب تک ان کا تعاون، خلوص اور رضامندی حاصل نہیں کی جاسکے گی۔ اس وقت تک ہندوستان کے لیے جو آئینے بھی بنایا جائے گا، چیزیں سختے بھی نہ جل سکے گا۔“

۱۷۔ اسوہ حسنہ کی پیروی کی تلقین:

قائد اعظم رسول خدا ﷺ کی عظمت اور اسوہ حسنہ کی پیروی پر یقین رکھتے تھے اور مسلمانوں کے لئے کامیابی کا ذریعہ بھی سمجھتے تھے۔ دنیا کی عظیم ترین ہستی پیغامبر خدا ﷺ کو نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے 25 جنوری 1948ء کو کراچی ہارابیوسی ایشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”رسول خدا ﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم راہنماء تھے، عظیم واضح قانون تھے، عظیم سیاستدان تھے، عظیم حکمران تھے۔“

قائد اعظم محمد علی جناح نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ دین و دنیا کے ہر کام میں انہیں نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنے سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیے۔ 14 فروری 1947ء کو بھی میں لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”میرا بیان ہے کہ ہماری نجات اس اسوہ حسنے پر چلنے میں ہے جو قانون عطا کرنے والے پیغمبر اسلام ﷺ نے ہماری لیے بنا یا ہے۔“

دوں جہاں کی رفتیں ہیں تیرے انتظار میں سرورِ کائنات کی پیروی اختیار کر

۱۸۔ پاکستان اور اسلام لازم و ملزم:

قائد اعظم مسلمانوں کے لیے ”پاکستان“ کے قیام کو اسلام کی بقاہ کے لیے ضروری قرار دیتے تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ پاکستان کا قیام بر صیریں اسلام کے تحفظ اور اشاعت کے لئے ضروری ہے۔

”اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس ملک میں اسلام کا نام و نشان نہ مٹ جائے تو اس کے لیے پاکستان کا قیام ضروری ہے۔ یاد رکو! اگر ہم اس جہد و جہد میں ناکام رہ گئے تو ہم تباہ ہو جائیں گے اور پھر بر صیریں مسلمانوں اور اسلام کا نام و نشان تک مٹ جائے گا۔“

۱۹۔ پاکستان کے دستور کی اسلامی ہیئت کی وضاحت:

پاکستان کے مستقبل کے آئین کی اسلامی ہیئت پر تبصرہ کرتے ہوئے قائد اعظم نے فروری 1948ء میں ایک امریکی نامہ لگا کر کوائزروں دیتے ہوئے فرمایا:

”پاکستان کا دستور ابھی بنانا ہے مجھے معلوم نہیں کہ اس دستور کی ہیئت و مدلل کیا ہو گی لیکن اتنا یقین

سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ جمہوری نویجت کا ہو گا اور اسلام کے بنیادی اصولوں پر مشتمل ہو گا ان اصولوں کا اطلاق آج کی ملی زندگی پر بھی اسی طرح ہو سکتا ہے جس طرح تیرہ سو سال پہلے ہوا تھا۔“

۲۰۔ اسلام اور ہندو دھرم و مختلف معاشرتی نظام:

قائد اعظم نے قرارداد لاہور 23 مارچ 1940ء کے صدارتی خطبے میں اسلام اور ہندو مت کو محض مذاہب ہی نہیں بلکہ مختلف معاشرتی نظام قرار دیا۔ ہندو اور مسلمان نہ آہن میں شادی کر سکتے ہیں نہ ایک دسترخوان پر کھانا کھا سکتے ہیں۔ ان کی رسمیت نہیں، ان کے ہیرا اور ان کے کاربائے مختلف ہیں۔ ہندوؤں کی تہذیبوں کا تجویز کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”میں واقف الفاظ میں کہتا ہوں کہ وہ مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان تہذیبوں کی بنیاد ایسے تصورات اور حکم پر کمی گئی ہے جو ایک دوسرے کی ضد ہیں۔“

۲۱۔ پختہ عزم:

انسان بلند مقاصد کو سامنے رکھ کر یہ زندگی کے میدان میں قدم بڑھاتا ہے۔ عزم صیم اور مسلسل جدوجہد کے بغیر ان مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔ 30 اگست 1946ء کو قائد اعظم نے قیصریہ بسمی میں جشن عید کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”ہمارے راستے میں کوئی چیز مرا جنم نہیں ہو سکتی۔ کوئی چیز ہمیں مغلوب نہیں کر سکتی۔ ہمارے مطالبات حق و انصاف پہنچی ہیں۔ وہ کروہ مسلمانوں کی زندگی جا وہ قوم مٹائی نہیں جا سکتی۔ خواہ ہمیں کتنی مصیبتوں اور آزار انسشوں سے گزرنائی پڑے۔ ہم پاکستان لے کر رہیں گے پاکستان کے بغیر مسلمانان ہندجاہ و بہادر ہو جائیں گے۔“

حاصل کلام:

غرضیک دوقوی نظریہ اور نظریہ پاکستان درحقیقت نظریہ اسلام ہی ہیں۔ قائد اعظم جو ابتداء میں ہندو مسلم اتحاد کے حاوی تھے بعد ازاں اسلام کی بنیادی روح کو مجھے کے بعد دوقوی نظریہ کے زبردست حاوی بن گئے اور اپنی سیاسی بصیرت سے دوقوی نظریہ کی وضاحت کی۔ بھی وہ فتنہ آغاز تھا جس کے بعد تحریک آزادی ہوئے منزل روائی دوں اور ہوئی اور یہ صیر کا جغرافیہ تبدیل ہونے سے کوئی نہ دوک سکا۔

— مٹی کی محبت میں کچھ آفتہ سروں نے
وہ قرض چکائے ہیں جو واجب ہی نہیں تھے

س ۳۔ عالم راقی کے ارشادات کی روشنی میں نظریہ پاکستان کی وضاحت کیجئے۔

جواب: نظریہ یا آئینہ یا لوگی (Ideology) وہ تصور مقصد یا منصب اُجھیں ہے جس کے حصول کے لیے انسان اپنی جدوجہد کا آغاز کرتا ہے۔

نظریہ کی تعریف:

نظریہ کی چند تعریفیں مندرجہ ذیل ہیں:

”نظریہ سے مراد ایسا الائچہ مدل ہے جس کے ذریثہ افراد سے لے کر اقوام اپنی زندگیاں بس رکرتے ہیں۔“

”نظریہ عام طور پر کسی بھی سیاسی، سماجی یا معاشرتی تحریک کے اپنے لائچہ عمل کو کہتے ہیں جو واقعات اور حقائق کی روشنی میں کسی بھی قوم کا مشترک رصب الحین بن جائے۔“
ورلڈ انیکلو پریڈیا کے مطابق ”نظریہ اُن سیاسی اور تمدنی اصولوں کا مجموعہ ہے جن پر کسی قوم یا تہذیب کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔“

نظریہ پاکستان کا مفہوم:

بر صغیر کے تاریخی تناول میں نظریہ پاکستان سے مراد وہ نظریہ ہے جو بر صغیر کے مسلمانوں نے پاکستان حاصل کرنے کے لیے قائم کیا تھا۔
یعنی یہ مسلمانوں کا وہ خیال تھا جس کی بناء پر وہ ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ نظریہ اسلام یعنی دراصل نظریہ پاکستان ہے۔

نظریہ پاکستان مختلف مفکرین کی آراء کی روشنی میں:

مختلف مفکرین نے نظریہ پاکستان کی تعریف و توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔

(1) سید علی عباس:

نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم سمجھی ہیں۔ وہ حقیقت نظریہ پاکستان اسلامی تعلیمات کی عملی صورت کا نام ہے۔

(2) ڈاکٹر اسلام سید:

نظریہ پاکستان انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کے مطابق ڈھانے کا نام ہے اور ان نظریات سے نہیں کا سبب جو اسلام کے منافی ہیں۔

(3) علامہ علاء الدین صدقی:

نظریہ پاکستان اس چیز کا نام ہے کہ اس سر زمین کے اندر دین اسلام رائج ہو، افراد پر بھی، جماعتوں پر بھی حکومت پر بھی اور تمام قوتوں سے قوی ترقوت بھاں اسلام ہو۔

نظریہ پاکستان علامہ اقبال کے ارشادات کی روشنی میں:

علامہ اقبال نہ صرف ایک بہت بڑے شاعر تھے بلکہ فلاسفہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ وہ مسلمانوں کے اہم سیاسی رہنماء بھی تھے۔ انہوں نے بہت جلد اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ بر صغیر کے مسلمان نہ صرف ملیحہ قوم ہیں بلکہ ان کے لیے ملیحہ ملک کا حصول ناگزیر ہو چکا ہے۔ نظریہ پاکستان کی وضاحت علماء اقبال کے ارشادات کی روشنی میں درج ذیل ہے:

- | | |
|---|---|
| ۱۔ مسلمانوں کی علیحدہ زندگی اور شناختی پیچانے | ۲۔ ملیحہ مسلم ریاست کا تصور |
| ۳۔ متحده قومیت قبل عمل نہیں | ۴۔ دوقوی نظریہ کا تصور |
| ۵۔ نسلی اور رہنمی انتیاز کا خاتمه | ۶۔ اسلام میں دین اور سیاست ہدایتیں |
| ۷۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے | ۸۔ اسلام کامل ضابطہ حیات |
| ۹۔ اسلام و سیلہ کا مرانی | ۱۰۔ نسلی، رہنمی اور انسانی نظریہ قومیت کی تردید |
| ۱۱۔ مسلم امت کی بنیاد۔۔۔ اسلام | ۱۲۔ اسلام ذریعہ اتحاد |

- | | |
|-----|---------------------------------|
| ۱۳۔ | مسلم ریاست کی ضرورت |
| ۱۴۔ | قرآنی تعلیمات قیامت تک قابل عمل |
| ۱۵۔ | اتحاد عالم اسلام |
| ۱۶۔ | مغربی جمہوری نظام کی نہاد |
| ۱۷۔ | نہب کی اہمیت |
| ۱۸۔ | قرآن کی غلت |
| ۱۹۔ | فرض کا احساس |

۱۔ مسلمانوں کی علیحدہ نہبی اور ثقافتی پہچان:

علامہ اقبال کا خیال تھا کہ مسلمان ہر لحاظ سے ہندوؤں سے علیحدہ قوم ہیں اور وہ کامل علیحدہ نہبی اور ثقافتی پہچان رکھتے ہیں۔ آپ نے

1930ء میں مسلم لیگ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اٹھیا ایک برصغیر ہے ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے اور مختلف زبانیں

بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جدا گانہ نہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔“

۲۔ علیحدہ مسلم ریاست کا تصور:

ڈاکٹر علامہ محمد اقبال علیحدہ مسلم ریاست کے قیام پر زور دیتے تھے۔ آپ نے 1930ء میں اللہ آباد میں مسلم لیگ کے اکیسویں سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے علیحدہ مملکت کا تصور دیا۔ آپ نے فرمایا:

”میں چاہتا ہوں کہ ہنگاب، شہابی مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ایک ریاست میں غم

ہو جائیں۔ مجھے ایسا دھانی دیتا ہے کہ برطانوی حکومت کے اندر رہتے ہوئے یا باہر، خود مختاری کا

حصول اور شمال مغربی علاقوں میں ایک مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر بن گیا ہے۔“

۳۔ متحدة قومیت قابل عمل نہیں:

شروع شروع میں علامہ اقبال متحدة قومیت کے حامی ہوتے تھے۔ مگر کچھ عرصہ بعد ہی آپ نے متحدة قومیت کی تردید کر دی اور علیحدہ قومیت کے تصور کی بھروسہ رحمائیت شروع کر دی۔ مارچ 1909ء میں ہندو ہنما منروار ارج امرتر نے علامہ اقبال کو مہمان خصوصی کی حیثیت سے متحدة قومیت کے موقع پر خطاب کرنے کی دعوت دی۔ علامہ اقبال نے نہ صرف متحدة قومیت کے تصور کو مسترد کر دیا بلکہ آپ نے مہمان خصوصی بننے سے بھی انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا:

”میں خود اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیاز نہب اس ملک سے اٹھ جانا چاہیے مگر اب میرا

خیال ہے کہ قومی خصیت کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے مفید ہے۔ ہندوستان

میں ایک مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال اگر چہ نہایت خوبصورت اور شاعرانہ ہے تاہم موجودہ

حالت اور قوموں کی نادانستہ رفتار کے لحاظ سے ناقابل عمل ہے۔“

۴۔ دو قومی نظریہ کا تصور:

علامہ اقبال دو قومی نظریہ کے زبردست حاوی تھے بلکہ آپ نے دو قومی نظریہ کو آگے بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کے لئے علیحدہ وطن کا تصور دیا۔ علامہ اقبال نے اللہ آباد میں 1930ء کو اپنے صدارتی خطبے میں ارشاد فرمایا:

”ہندو اور مسلمان دو اگلے اگلے قومیں ہیں۔ ان میں کوئی چیز بھی مشترک نہیں اور گزشتہ ایک ہزار سال سے وہ ہندوستان میں اپنی ایک اگلے حیثیت قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان دونوں قوموں کے نظریہ آزادی میں تباہی فرق ہے اور میں واضح الفاظ میں کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی سیاسی سکھیش کا حل اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ہر جماعت کو اپنی اپنی مخصوص قومی اور تہذیبی ہمایوں پر آزادانہ شوریٰ (انتخاب اور پارلیمنٹ) کا حق حاصل ہو جائے۔“

۵۔ نسلی اور طبقی امتیاز کا خاتمه:

1930ء میں علامہ اقبال نے نسلی اور طبقی امتیازات کے خاتمے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

”اس وقت قوم اور وطن کا تصور مسلمانوں کی نگاہوں میں نسل کا امتیاز پیدا کر رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلام کے انسانیت پر اثرات کم ہو رہے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ نسلی احساسات فروغ پاتے پاتے ایسے اصول قائم کر دیں جو تعلیمات اسلام کے خلاف ہی نہیں ان کے بالکل متفاہد ہوں۔“

۶۔ اسلام میں دین اور سیاست جدا نہیں:

علامہ اقبال ایک بہت بڑے سیاسی مفکر بھی تھے۔ آپ کے خیال کے مطابق اسلام میں دین اور سیاست جدا جانا نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزم ہیں اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

”اسلام زندگی کی وحدت کو سلب نہیں کرتا۔ وہ مادے اور روح کو ناقابل اتحاد قرار نہیں دیتا۔ اسلام میں خدا اور کائنات، روح، اور مادہ، کلیسا اور ریاست ایک کل کے مختلف اجزاء ہیں۔ انسان کسی ایسی ناپاک دنیا کا باشندہ نہیں ہے جسے ایک روحانی دنیا کی خاطر جو کسی دوسری جگہ واقع ہوتا کیا جاسکے۔“

۷۔ اسلام ایک زندہ قوت ہے:

علامہ اقبال اسلام کو زندہ قوت سمجھتے تھے آپ کے خیال کے مطابق اسلام نہ صرف کمل ضابطہ حیات ہے۔ بلکہ اسلام ایک ایسا مدد ہے۔ جو ہر دور کے تمام مسائل کا حل بخوبی اور احسن انداز میں پیش کرتا ہے۔ آپ نے 1930ء میں اللہ آباد میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”جس شخص کو آپ نے آل افغانیا مسلم لیگ کی صدارت کے اعزاز سے نوازا ہے وہ اب بھی اسلام کو ایک زندہ طاقت سمجھتا ہے۔ وہ طاقت جو انسان کے ذہن کو وطن اور نسل کے تصور کی قید سے

نجات دلائکتی ہے۔ اسلام ریاست اور فرد دنوں کی زندگی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ یہ دستور حیات ہے اور ایک نظام ہے۔ بس سبھی وہ بات ہے کہ ہم اگر اسے پالیں تو مستقبل میں ہندوستان میں ایک نامیاں تہذیب کے علمبردار بن سکتے ہیں۔“

— سارے جہاں کی پیاس بجھانی محال ہے
اسلام کے پیله لبریز کے بغیر!

۸۔ اسلام مکمل ضابطہ حیات:

علامہ اقبال اسلام کو مکمل ضابطہ حیات تصور کرتے تھے۔ آپ کے خیال میں اسلام پر مولانا ہو کر مسلمان دین و دنیا میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ نے فرمایا:

”اسلام چند مقائد کا نام نہیں، یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یورپ میں مذہب ایک فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ جو انسانی وحدت کو دو متصادم حصوں یعنی روح اور مادہ میں تقسیم کرتا ہے۔ اسلام میں خدا اور کائنات، روح اور مادہ اور ریاست وکیسا ایک دوسرے سے ملک ہیں۔ میرا بیان ہے کہ فرد کی زندگی میں مذہب کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ میرا بیان ہے کہ اسلام بذات خود تقدیر ہے وہ کسی تقدیر کے تابع نہیں۔“

۹۔ اسلام و سیلہ کامرانی:

آپ کے خیال میں اسلام و سیلہ کامرانی ہے۔ آپ نے 1930ء میں تاریخ کی مثالوں سے ثابت کیا کہ ہمیشہ اسلام مسلمانوں کی حفاظت کرتا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا:

”ایک سبق جو میں نے اسلامی تاریخ سے سیکھا ہے یہ کہ آڑے و قتوں میں اسلام نے مسلمانوں کو بچایا ہے۔ مسلمانوں نے اسلام کی حفاظت نہیں کی ہے۔ آج اگر آپ اپنی نظریں اسلام پر لگادیں اور اس کے حیات پر درجیں تو آپ کی منتشر قویں از سر نو سمجھا ہو جائیں گی اور آپ کا وجود ہلاکت اور بہادی سے فتح جائے گا۔“

۱۰۔ متحده قومیت کی ترویجی:

بیسویں صدی کے شروع میں نظریہ قومیت جس کی بنیاد رنگ اور نسل، زبان اور عین پر رکھی گئی تھی بہت مقبولیت پا رہا تھا۔ اس کے زیر اڑ ہندوستان میں بھی ہندوستانی قومیت کا نظرہ پاندھا ہوا اور کئی مسلمان را ہمایا بھی اس سیالاب کی رو میں بہر گئے لیکن علامہ اقبال نے اس نظریہ طبیعی کی شدید مخالفت کی اور فرمایا:

”میں یوزبی تصور و طبیعی کا مخالف ہوں۔ اس لیے نہیں کہ اگر اسے ہندوستان میں نشوونما پانے کا موقع ملت تو مسلمانوں کو کم تری ماوی فوائد حاصل ہوں گے۔ بلکہ اس لیے کہ میں اس میں مخدانہ

مادیت پرستی کے بیچ دیکھتا ہوں جو میرے نزدیک انسانیت کے لئے عظیم ترین خطرہ ہے۔“
جو ہی ہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
ان تازہ خداویں میں یہ اس سے ڈمن ہے

۱۲۔ اسلام مسلم قومیت کی بنیاد:

علامہ اقبال نے مغربی تصور قومیت کو رد کرتے ہوئے متحده ہندوستانی قومیت کی شدید مخالفت کی اور اسلام کو مسلم قومیت کی بنیاد قرار دیا۔
آپ نے فرمایا:

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہائی	اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
قوت مذہب سے محکم جمیعت تری	ان کی جمیعت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
اور جمیعت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی	و اُن دین ہاتھ سے چھوٹا تو جمیعت کھاہ

۱۳۔ اسلام ذریعہ اتحاد:

علامہ اقبال اسلام کی حقانیت سے پوری طرح آگاہ تھے۔ آپ کے خیال میں اسلام اتحاد کا ذریعہ ہے۔ آپ نے فرمایا:
”ہماری قومی زندگی کا تصور اس وقت تک ہمارے ذہن میں نہیں آ سکتا جب تک ہم اس سے پوری طرح باخبر نہ ہوں۔ بالفاظ دیگر اسلامی تصور ہمارا وہ ابدی گمراہی ہے۔ جس میں ہم زندگی بسر کرتے ہیں۔ جو تعلق الگستان کو اگر بیرون سے اور جمن کو جمنوں سے ہے وہ اسلام کو ہم سے ہے، جہاں اسلامی اصول یا ہماری مقدس روایات کی اصطلاح میں خدا کی رسی ہمارے ہاتھ سے چھوٹی و ہیں ہماری جماعت کا شیرازہ بکھرا۔“

مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:
”تو رانی رہے باقی، ندا برانی، ندا فنا فنا

۱۴۔ علیحدہ مسلم ریاست کا مطالبه:

علامہ اقبال نے علیحدہ مسلم ریاست کو مسلمانوں کے لئے لازم تصور کرتے تھے۔ 1930ء میں اللہ آباد میں مسلم ایک کے سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اس ملک میں اسلام بحیثیت ایک تحریقی قوت کے اس صورت میں زندہ رہ سکتا ہے کہ اسے ایک ملائقے میں مرکوز کر دیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام بھل خدا اور بندے کے درمیان ایک روحانی رابطہ کا نام نہیں۔ یا ایک نظام حکومت ہے اور ظاہر ہے کہ یہ خیز اپنی آزاد ملکت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان مسلمانوں کا سب سے بڑا ملک ہے اگر اسلام کو ایک تحریقی قوت کی حیثیت سے زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ایک مخصوص ملائقے میں اس کی مرکزیت قائم ہو۔“

۱۲۔ قرآنی تعلیمات قیامت تک قابل عمل:

علامہ اقبال اسلام کی ابدیت اور آفاقیت کے زبردست حاوی تھے۔ ان کے نزدیک اسلام کا پیغام وقت، ملک اور حالات کی پابندیوں سے بالاتر ہے اور مسلم قوم کا وجود اسلام پر عمل کئے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔ آپ کے خیال میں قرآنی تعلیمات پر عمل ہبہ ابھریں کامیابی حاصل کی جاسکتی ہے۔ آپ نے قرآن حکیم کی حقانیت کے بارے میں فرمایا:

حکمت اولاً یہ اہل است و قدیم

عصر را پیشیدہ در آیات است

نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

”آن کتاب زندہ قرآن حکیم

صد جہاں تازہ در آیات است

گرتوی خواہی مسلمان زیستن“

۱۵۔ اتحاد عالم اسلام:

اسلام کے معاشرتی نظام میں ”اخوت“ یا بھائی چارے کا اصول بہت اہمیت رکھتا ہے جس کی بدولت ہر مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ہمدردانہ تعاون اور ایثار و قربانی کا ثبوت پیش کرتا ہے علامہ اقبال بھی اسلامی معاشرے کو رنگ و سل اور جفا فیاضی حددوں سے بالاتر بخوبی تھے۔ آپ اتحاد عالم اسلام کے طلبہ دار تھے۔

نل کے ساحل سے لے کر تاباک کا شفر

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسہ بانی کے لیے

۱۶۔ مغربی جمہوری نظام کی نہ مدت:

علامہ اقبال مغربی جمہوری نظام کے وجود پر دنیا میں بڑی مقبولیت حاصل کر رہا تھا، زبردست خلاف تھے۔ آپ کے نزدیک مسلمانوں کے سیاسی اور معاشرتی مسائل کا حل صرف اسلامی جمہوری نظام میں ہے۔

چہرہ روشن اندر ورن چیکیز سے تاریک تر

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام

۱۷۔ مذہب کی اہمیت:

علامہ اقبال کے خیال میں مذہب کے بغیر ایک فلاہی ریاست کا قیام ممکن نہیں اور مذہب کے بغیر دنیا کے تمام نظام ہائے حکومت ظالمانہ ہیں۔ کوئی قوم مذہب کے بغیر اپنا وجود برقرار رکھ سکتی۔

بند ب باہم جو نہیں محفلِ انجمن بھی نہیں

قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں

ایک اور جگہ علامہ اقبال نے مذہب کی اہمیت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

جلال پا دشائی ہو کہ جمہوری تماشا ہو

جدا ہو دین سیاست سے تورہ جاتی ہے چلکیزی

۱۸۔ قرآن کی عظمت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسلام کے لازوال اور ابدی اصولوں کو قیامت تک کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک قرآنی تعلیمات کو مانندے والے اور ان پر عمل ہبہ اونے والے ہی قیامت تک اقوام عالم کی راہنمائی کر سکتے ہیں۔

اللہ کرے تھوڑے عطا جدت کردار

قرآن میں ہو غوطہ زدن اے مرد مسلمان

۱۹۔ فرض کا احساس:

علامہ اقبال اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ جب تک مسلمانوں کو اپنے فرانش کی بجا آوری کا احساس نہ ہو گا اس وقت تک منزل کا حصول ممکن نہیں۔ آپ نے مسلمانوں کو احساسی فرض کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

”مسلمانوں کے سامنے اب یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ انہیں موجودہ پالیسی پر کب تک عمل کرنا ہو گا۔ اگر آپ کافی صد موجودہ حکمت عملی کو ختم ہاد کرنے کا ہو تو آپ کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ پوری جماعت کو ایسا رکے لیے تیار کریں۔ جس کے بغیر کوئی غیرت مندومند قوم باعزت زندگی برقراری کر سکتی۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ کا سب سے نازک وقت آئے ہے۔ اپنا فرض بحالی یہ یا اپنے وجود کو مٹا دیجئے۔“

کوہ ڈگاف تیری ضرب، تمھے کشا شرق و غرب تھی ہلال کی طرح، عیش نیام سے گزر

حاصل بحث:

مختر اپر کہ شاعر مشرق جو کہ مغربی قانون کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کے بھی ماہر تھے۔ مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کے حاوی تھے ان کی شاعری اور نشر و نوں میں مسلمانوں کے لئے اپنے قومی تشخص کی اہمیت واضح اور عیاں ہے۔ انہوں نے بھلے ہوئے قائلہ مسلم کو سوئے حرم چلنے کی راہ دکھائی اور اتحاد امامت مسلمہ کو مسائل کا واضح حل قرار دیتے ہوئے علیحدہ وطن کے قیام کی پیش گوئی کی۔

س 4۔ نظریہ پاکستان کی اہمیت تفصیل سے بیان کریں۔

جواب: نظریہ پاکستان سے مراد ہر صیغہ جنوبی ایشیا کے تاریخی تناظر میں مسلمانوں کا یہ شور تھا کہ وہ اسلامی نظریہ حیات کی بنیاد پر ہندوؤں سے الگ قوم ہیں۔ بلاشبہ اسلامی نظریہ حیات نظریہ پاکستان کی اساس ہے۔

علی ہمارا: نظریہ پاکستان اور نظریہ اسلام ہم معنی ہیں۔

نظریہ پاکستان کی اہمیت:

نظریہ پاکستان کو ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں بڑی اہمیت حاصل ہے اسکے بغیر ہمارا تو می وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ پاکستان کی بقاء اور ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہم نظریہ پاکستان سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ پاکستان بھی ایک نظریہ کی پیداوار ہے جسے نظریہ پاکستان کہتے ہیں۔ اس لیے اس نظریے کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہر پاکستانی کیلئے بے حد ضروری ہے نظریہ پاکستان کی اہمیت مندرجہ ذیل ہے:

.2.	مسلم حقوق کا تحفظ	.1.	حق خود ارادیت کا حصول
.4.	وحدت اُنگر	.3.	علیحدہ قومی تشخص کی برقراری
.6.	عالم اسلام کا اتحاد	.5.	کروار سازی
.8.	اتحاد اور یک جہتی کا ذریعہ	.7.	قوت کا سرچشمہ
.10.	اگر یزوں اور ہندوؤں سے نجات کا ذریعہ	.9.	مثابی معاشرے کا قیام
.12.	مسلمانوں کی معاشری ترقی کا ذریعہ	.11.	تہذیب و تدنی کی حفاظت کا ذریعہ
.14.	اعلیٰ ملازمتوں کا حصول	.13.	مسلمانوں کی سیاسی ترقی کا ذریعہ